آؤ مل کر پڑھیں
سیکنڈری کلاسز کے لیے
پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بُک بورڈ، لاہور

فہرست

ننھا مجاہد

اعتزاز حسن (شہید)

''تمغۂ شجاعت''

تاریخ میں ایسے لوگوں کی ان گنت مثالیں موجود ہیں جنہوں نے دوسروں کی خاطر اپنی زندگیاں قربان کر کے موت کو گلے لگا لیا لیکن اُن کی یہ قربانیاں دوسروں کے لیے زندگی اور آزادی کا پیغام بنیں۔ ایسی ہی ایک مثال ہماری قوم کے ننھے ہیرو کی ہے جس نے اپنی زندگی قربان کر کے اپنے سینکڑوں ساتھی طالبِ علموں کو ایک نئی زندگی بخش دی۔

آیئے آج ہم آپ کو ایک ننھے قومی ہیرو کے متعلق بتاتے ہیں جو میدانِ جنگ میں نہیں بلکہ سکول کے میدان میں شہید ہوا۔ جس کے بروقت فیصلے نے بے شمار ساتھی طالبِ علموں کی زندگیوں کو بچا لیا۔ جنگ کے میدانوں میں ہماری بہادر فوج کے جوانوں نے جرأت اور بہادری کی بہترین مثالیں قائم کی ہیں مگر اس چھوٹے سے طالبِ علم نے اپنی جان دوسروں پر قربان کر کے ایثار اور قربانی کی ایک ایسی عظیم مثال قائم کی ہے کہ بے اختیار ہر کوئی اس کو سلام پیش کر رہا ہے۔

جی ہاں! یہ ہنگو کے علاقے ابراہیم زئی گاؤں کے سکول میں شہید ہونے والا نویں جماعت کا طالبِ علم اعتزاز حسن ہے ہر والدین کی طرح اعتزاز کے والدین کی بھی یہ خواہش تھی کہ ان کا بیٹا بڑا ہو کر خوب علم حاصل کرے، اسے اچھا روزگار ملے اور وہ ان کے بڑھاپے کا سہارا بنے۔ یہی خواب لیے اعتزاز کے والدین اسے روزانہ سکول بھیجتے۔

اُنھوں نے تو کبھی یہ سوچا ہی نہ تھا کہ ان کا بیٹا اتنی چھوٹی عمر میں اتنا بڑا کام کر جائے گا کہ ان کا سر فخر سے بلند ہو جائے گا اور ملکی تاریخ میں ان کا ننھا سا بیٹا شجاعت کی ایسی داستان چھوڑ جائے گا جو تمام بچوں کے لیے ہمت اور بہادری کا نشان ہو گی۔

اعتزاز حسن کی شہادت کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ:

6 جنوری 2014ء کو اعتزاز کے والدین نے اپنے بچے کو معمول کے مطابق سکول بھیجا۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ سکول جارہا تھا کہ سکول کی وردی پہنے ہوئے ایک مشکوک لڑکے نے اس سے سکول کا پتہ پوچھا، وہ بھی ٹھیک سکول کے سامنے، تو اعتزاز کو شک ہوا کہ یہ لڑکا سکول پڑھنے نہیں بلکہ کسی اور ہی ارادے سے آیا ہے۔ اعتزاز نے اس مشکوک لڑکے کا پیچھا کیا اور اُسے للکار کر رُک جانے کو کہا۔ اس مشکوک لڑکے نے رکنے کی بجائے سکول میں گھسنے کی کوشش کی تو اعتزاز نے قریب پڑا پتھر اس کو دے مارا اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے پکڑ لیا۔ اس سے مشکوک لڑکا گھبرا گیا اور اُس نے اپنے آپ کو دھماکے سے اڑا لیا۔ اس دھماکے سے وہ خودکش حملہ آور موقع پر ہی ہلاک ہوگیا اور اس کو پکڑنے والا ننھا طالبِ علم اعتزاز حسن بھی شہید ہوگیا۔ اعتزاز کی بہادری کی وجہ سے خودکش حملہ آور کو مجبوراً سکول کے گیٹ پر ہی دھماکہ کرنا پڑا، اگر وہ سکول کے اندر ایسا کرتا تو بہت سے دیگر معصوم بچے اور اساتذہ بھی شہید ہوجاتے کیونکہ اس وقت سکول میں اسمبلی ہو رہی تھی اور سارا سکول اسمبلی گراؤنڈ میں جمع تھا۔ پولیس کا کہنا ہے کہ اس وقت اسمبلی میں تقریباً دو ہزار کے لگ بھگ اساتذہ اور طلبا موجود تھے۔

اعتزاز نے اپنی جان دے کر اپنے دو ہزار ساتھی طالبِ علموں اور اساتذہ کو زندگی کا تحفہ دیا ہے اور ایک ایسی مثال قائم کی ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس بہادری کی وجہ سے اسے ہنگو اور پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں ہیرو کہا جارہا ہے۔

پاک فوج کے سپہ سالار جنرل راحیل شریف نے اعتزاز کی بہادری کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا:
''اعتزاز حسن ایک قومی ہیرو ہے جس نے اپنا آج قوم کے کل کے لیے قربان کر دیا ہے''۔

خودکش حملہ آور کے سامنے دیوار بننے والے قوم کے اس بہادر بیٹے اعتزاز حسن کو اُس کی بے مثال جرأت، بہادری اور قربانی کے اعتراف کے طور پر حکومتِ پاکستان نے ملک کے سب سے بڑے سول اعزاز ''تمغۂ شجاعت'' سے نوازا۔

اعتزاز حسن-------------- انسانیت کی پہچان-------------- تجھے قوم کا سلام

شہید اعتزاز حسن کو پاک فوج کی جانب سے سلامی دی جا رہی ہے۔

خیال: نوازش علی مصنفین: مسز شگفتہ حسنین ترمذی، سید صغیر الحسنین ترمذی ایڈیٹر: شاہدہ جاوید
تصویر کشی: فرح شریف، سید علی جاوید شاہ کمپوزنگ: محمد اشرف جنید لے آؤٹ: کامران افضال

حوصلہ نہ ہارو آگے بڑھو
منزل اب کے دور نہیں

ہم نے اپنے پیارے وطن پاکستان کو بڑی قربانیاں دے کر بنایا ہے۔ اس سرزمین پر رہنے والے سب لوگ ایک قوم ہیں اور انشاء اللہ ایک رہیں گے۔ کوئی بھی اس قوم کے حوصلے پست نہیں کر سکتا اور نہ ہی ہم کسی کو ایسا کرنے کی اجازت دیں گے۔ پاکستان کے گوشے گوشے میں اس کی خاطر قربان ہونے والوں کی لاتعداد کہانیاں بکھری پڑی ہیں۔ آیئے آج ہم آپ کو پاکستان کے ایک قصبے میں رہنے والی ایک بہادر ماں کا واقعہ سناتے ہیں۔

ان سے ملئے یہ ہیں ہماری ''بی جان'' پورے قصبے کا ایک جانا پہچانا نام۔ بی جان انتہائی بہادر اور دلیری کا پیکر ہیں۔ ہاں بھئی! بہادر اور دلیر کیوں نہ ہوتیں وہ ایک شہید کی بیٹی، شہید کی بیوی اور شہید کی ماں ہیں جن کے پیاروں نے اپنے وطنِ عزیز پاکستان کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جانیں جانِ آفریں کے سپرد کر دیں۔ بی جان ہمیشہ پُرعزم رہتیں۔ وہ بڑی جرأت اور حوصلہ مندی سے ہر کسی کے مسئلے کا حل ڈھونڈ لیتیں۔ ان کی اس خوبی کی وجہ سے قصبے کا ہر چھوٹا بڑا ان کی عزت کرتا اور قدر کی نگاہ سے دیکھتا۔ کسی کے گھر میں کوئی جھگڑا ہو یا کسی بچے کی شادی بیاہ کا معاملہ، وہ ہر کام نمٹانے کو ہمہ وقت تیار رہتیں۔ ہر کسی کی ضروریات کا خیال رکھنے کی کوشش کرتیں اور خاص طور پر یہ دھیان رکھتیں کہ محلے میں کوئی بھوکا تو نہیں سویا۔ یہی نہیں بلکہ وہ ہر ایک کے دکھ سکھ میں بڑھ چڑھ کر شریک ہوتیں۔

ایک دن وہ اپنے کمرے میں آرام دہ کرسی پر بیٹھی کسی کام میں مصروف تھیں کہ اچانک ٹیلی وِژن پر آنے والی ایک خبر سے

پریشان ہوگئیں۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا کہ کسی نے روئے زمین پر ایسا دردناک واقعہ نہ دیکھا ہوگا۔ اس خبر میں سانحہ پشاور دکھایا جا رہا تھا جس میں دہشت گردوں نے ڈیڑھ سو کے لگ بھگ معصوم طالبِ علم بچوں، اساتذہ اور گارڈز کو شہید کر دیا تھا۔ یہ خبر سن کر پاکستان کیا پوری دنیا کے لوگ تڑپ اٹھے اور کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اشکبار نہ ہوئی ہو۔ اس خبر میں شہید ہونے والے بچوں کی تصویریں دیکھ کر ''بی جان'' کے تمام دکھ پھر سے تازہ ہو گئے اور شہید ہونے والے بچوں میں انہیں اپنا بچہ احمد ہی نظر آ رہا تھا۔ انہیں آج بھی وہ دن یاد تھا کہ کیسے انہوں نے اپنے چھوٹے سے بچے کو دن رات کی مشقتیں جھیل کر پالا تھا۔ محض اس خواب کو آنکھوں میں لیے کہ ایک دن وہ

بھی اپنے باپ اور نانا ابو کی طرح فوج میں جائے گا اور ملکِ عزیز کی خدمت کرے گا۔ آخر وہ دن آ ہی گیا جب ان کا بیٹا احمد ایف۔اے کے بعد فوج میں بطور آفیسر منتخب کرلیا گیا۔ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر مختلف تیاریوں میں مصروف تھیں کیونکہ صبح ان کے بیٹے احمد نے ''کاکول اکیڈمی، ایبٹ آباد'' کے لیے روانہ ہونا تھا۔ اچانک احمد نے کہا: امّاں جان میری کچھ ضروری چیزیں رہ گئی ہیں جو میں ساتھ والی مارکیٹ سے لے آتا ہوں۔ ابھی اسے گئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ پورا قصبہ ایک زوردار دھماکے سے گونج اٹھا۔ پھر کیا تھا ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔ احمد نے اپنی ہر چیز وہیں چھوڑی اور بڑی بہادری اور حوصلہ مندی سے دوسروں لوگوں کے ساتھ مل کر جلدی جلدی زخمیوں کو اٹھا کر ایمبولینس میں ڈالنے لگا۔ فارغ ہونے کے بعد ابھی احمد پلٹنے ہی لگا تھا کہ ایک عورت کے کراہنے کی آواز آئی۔ وہ اس آواز کی سمت بڑھا، جیسے ہی وہ اس عورت کو سہارا دے کر ایمبولینس میں ڈالنے لگا، ایک اور زوردار دھماکہ ہوا اور احمد بھی اس کی زد میں آ گیا۔

''بی جان'' کو جب معلوم ہوا کہ ان کا بیٹا بڑی بہادری سے انسانی جانوں کو بچاتے ہوئے شہید ہوا ہے تو ان کا سر فخر سے بلند ہو گیا مگر ماما کو سکون نہ ملتا تھا۔ وہ بار بار اپنے آپ سے اور معاشرے سے سوال کرتیں کہ یہ کیسے دشمن ہیں جو کالی بھیڑوں کی طرح ہمارے اندر ہی چھپے ہوئے ہیں؟ ہم ان کو کیسے پہچانیں؟ ان کے ارادے کیا ہیں؟ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ میں اپنے بچے اور اِس جیسے ناحق شہید لوگوں کا خون کن کے ہاتھوں پر تلاش کروں؟

آج سانحہ پشاور میں سکول پر حملے کے بعد نہ صرف بی جان بلکہ سب پر عیاں ہو گیا کہ ان درندوں کا اصل مقصد کیا ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں؟ اب وہ صرف یہ سوچ رہی تھیں کہ وہ ان سے کیسے بدلہ لیں؟ ایسے میں ان کے کانوں میں ملی ترانے کی یہ آواز آئی:

حوصلہ نہ ہارو آگے بڑھو، منزل اب کے دور نہیں

ساری رات اسی سوچ میں گذر گئی۔ صبح فجر کی نماز پڑھ کر آخر وہ ایک فیصلے پر پہنچیں۔

''بی جان'' نے سب سے پہلے قصبے کے تمام لوگوں کو ایک جگہ جمع ہونے کو کہا اور پھر آپس میں مشورے کے بعد بولیں: اب وقت آ گیا ہے کہ ان افراد کی پہچان قوم کے ہر بچے، بوڑھے، عورت اور ہر جوان کو کرنا ہے جنہوں نے ملک کے امن و امان کو داؤ پر لگایا ہوا ہے۔ ہم اپنے وطن عزیز کے کسی فرد کو ان کا نشانہ نہیں بننے دیں گے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم سکون سے رہیں اور ہمارے بچے ان سفاک دہشت گردوں سے محفوظ رہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم چند چیزوں کو اپنی زندگی کا معمول بنا لیں۔ جس کی تیاری آپ سب کو میرے ساتھ مل کر کرنی ہے اور اس قومی کام میں سب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ہے اور ہر شخص کو دہشت گردی کے ناسور کو ختم کرنے میں اپنا اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں سکول پر حملہ کر کے دہشت گردوں نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ درندے ہمیں تعلیم سے دور رکھنا چاہتے ہیں اور جہالت سے بڑی کوئی لعنت نہیں۔ ہمیں ان سے بدلہ لینے کے لیے صرف یہ

کرنا ہے کہ اپنی قوم کو جہالت کے اندھیروں سے نکالنا ہے اور علم کی روشنی کو ملک کے کونے کونے میں پھیلانا ہے۔علم کے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو دور کرنا ہے۔ پہل میں کرتی ہوں اور اس کام کے لیے میں اپنے گھر میں ایک "آگاہی سنٹر" بناتی ہوں جو دوسرے مرد و خواتین کو ناگہانی حالات سے مقابلہ کرنے کے لیے ہر طرح کی ضروری معلومات دے گا۔

تاہم انفرادی طور پر ہم یہ کر سکتے ہیں کہ:

* اپنے محلے، قصبے اور ٹاؤن کی سطح پر اپنی مدد آپ کے تحت سکولوں کی تعمیر و مرمت کا کام کرنے کی کوشش کریں جن سکولوں میں مناسب چار دیواری نہیں اسے بنانے کی کوشش کریں۔

* سکولوں کے گردونواح پر نظر رکھیں نیز مشکوک شخص، چیز اور لاوارث سامان پر بھی نظر رکھیں۔سکول کے اوقاتِ کار میں کسی اجنبی شخص کو بغیر تحقیق سکول کی طرف نہ آنے دیں۔
* اپنے محلے اور قصبے میں داخل ہونے والے ہر اجنبی شخص کی چھان بین کریں۔
* اپنے محلے اور قصبے میں داخل ہونے والے ہر مشکوک پھیری اور ٹھیلے والے کو چیک کریں۔

* ایمرجنسی سے نمٹنے کے لیے کن اہم فون نمبرز پر رابطہ کرنا ہے اس کا بورڈ تقریباً ہر محلے میں نمایاں جگہ پر لگائیں۔
* ہر محلے اور قصبے کے دُکاندار اپنی اپنی دکان کھولنے سے پہلے ارد گرد کا جائزہ لیں کہ کوئی مشکوک چیز مثلاً سائیکل، موٹر سائیکل یا گاڑی وغیرہ لاوارث تو نہیں کھڑی اگر ہے تو فوراً اطلاع دیں۔

* کرایہ دار اور گھریلو ملازم کو رکھنے سے پہلے متعلقہ تھانوں میں ان کے شناختی کارڈ وغیرہ کی جانچ پڑتال اور اندراج لازمی کروائیں۔
* ہر محلے اور قصبے میں ایسے آگاہی سنٹر ہوں جو لوگوں کو ناگہانی

حالات سے نمٹنے کے لیے ضروری تربیت دیں۔اس سلسلے میں تربیت یافتہ لوگ آگے بڑھیں مثلاً ریٹائرڈ فوجی، پولیس وغیرہ کے لوگ۔

بی جی نے لمبی سانس لے کر پھر کہا:

دہشت گردی اور قتلِ عام سے ڈر کر خاموشی اختیار کرنے کی بجائے اس ظلم کے خلاف ہر سطح پر آواز بلند کر کے ہمیں اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دینا ہوگا۔ اگرچہ حکومت ان سے نمٹنے کے لیے ضروری اقدامات اٹھا رہی ہے۔تا ہم پھر بھی ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہم اپنی مدد آپ کے تحت کیا کچھ کر سکتے ہیں:

* ہمیں اپنے گھریلو ماحول کو بہتر بنانا ہوگا تا کہ بچوں کو محب الوطن اور باعمل انسان بنا سکیں۔
* بچوں کو گھریلو سطح پر ہی ایک دوسرے کا احترام سکھانے کی کوشش تیز کرنا ہوگی اور ہمیں خود اس کی عملی تصویر بننا ہوگا۔
* ہمیں اپنے ہمسایوں سے تعلقات بہتر بنانے ہوں گے اور ایک دوسرے کے دکھ، درد میں عملاً شریک ہونا ہوگا۔
* ہمیں ایک دوسرے کے نظریات اور عقائد کا اتنا ہی احترام کرنا ہوگا جتنا ہم اپنے نظریات وعقائد کا کرتے ہیں۔
* آپس میں محبت، رواداری اور برداشت کے جذبات کو فروغ دینا ہوگا۔
* بحیثیت پاکستانی ہم سب پر فرض ہے کہ ہم ہر پاکستانی کے جان ومال کو محفوظ بنائیں۔اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ تمام محلوں اور قصبوں میں موجود مختلف مذاہب کے ماننے والے اپنے اپنے عقائد کے مطابق اپنی مذہبی عبادات اور تہوار امن وسکون کے ساتھ منا سکیں۔
* ہر کوئی ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لے۔
* غریبوں اور ضرورت مندوں کی ہر ممکن مدد کرنے کی کوشش کریں۔
* یاد رکھیے کہ جب کبھی آپ کسی ایسی جگہ پر جائیں جہاں کی سیکورٹی پر لوگ متعین ہوں مگر وہ اپنے فرض سے غفلت کرتے ہوئے آپ کو توجہ سے چیک نہ کریں تو اُنھیں ایسا کرنے سے منع کریں اور ساتھ ہی ممکنہ حادثات سے اپنی اور دوسروں کی جان محفوظ کرنے کے لیے اُن کی اس غفلت کی اطلاع متعلقہ لوگوں کو ضرور دیں۔ایسا کرنے سے ہم یقیناً خطرناک حادثات سے بچ سکتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ اگر ہم اپنی مدد آپ کے تحت اپنے اپنے محلے، قصبے اور ٹاؤن کی سطح پر کام کریں تو یقیناً ہم دہشت گردی کی لعنت کو جڑ سے اکھاڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

"پاکستان زندہ باد"

شہدائے پشاور کے لیے ایک نظم

تم زندہ ہو
جب تک دنیا باقی ہے، تم زندہ ہو
تم زندہ ہو
اے میرے وطن کے شہزادو تم زندہ ہو
خوشبو کے رُوپ میں اے پُھولو تم زندہ ہو
ہر ماں کی پُر نم آنکھوں میں۔ ہر باپ کے ٹوٹے خوابوں میں
ہر بہن کی اُلجھی سانسوں میں۔ ہر بھائی کی بکھری یادوں میں
تم زندہ ہو ۔ تم زندہ ہو
ہم تم کو بھول نہیں سکتے۔ یہ یاد ہی اب تو جیون ہے
ہر دل میں تمہاری خوشبو ہے۔ ہر آنکھ تمہارا مسکن ہے
تم زندہ ہو ۔ تم زندہ ہو
جن کو بھی شہادت مل جائے۔ وہ لوگ امر ہو جاتے ہیں
یادوں کے چمن میں کِھلتے ہیں۔ خوشبو کا سفر ہو جاتے ہیں
تم بجھےُ نہیں ہو روشن ہو
ہر دل کی تم ہی دھڑکن ہو
تم زندہ ہو ۔ تم زندہ ہو
کل تک تھے بس اپنے گھر کے باسی تم
اب ہر اک گھر میں بستے ہو
تم زندہ ہو
اے میرے وطن کے شہزادو تم زندہ ہو
خوشبو کے رُوپ میں اے پُھولو تم زندہ ہو
جب تک دنیا باقی ہے تم زندہ ہو
تم زندہ ہو ۔

(امجد اسلام امجدؔ)

اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے

دسویں جماعت کے لیے

مصنفین: مسز شگفتہ حسنین ترمذی، سید صغیر الحسنین ترمذی   ایڈیٹر: شاہدہ جاوید
تصویر کشی: فرح شریف   کمپوزنگ: محمد اشرف جنید   لے آؤٹ: کامران افضال

عباس جب صبح بیدار ہوا تو نماز پڑھ کر جلدی جلدی سکول جانے کے لیے تیار ہونے لگا۔ سکول پہنچ کر اُس نے اپنے دوستوں کو بتایا کہ رات اُس نے ایک عجیب سا خواب دیکھا۔ اُس نے دیکھا کہ بندوق اور قلم میں بحث و تکرار ہو رہی تھی اور آخر کار فتح قلم کو ہوئی۔ سب دوستوں نے پوچھا! اچھا وہ خواب کیا تھا تو عباس نے قلم اور بندوق کے متعلق اپنا خواب سناتے ہوئے کہا کہ:

قلم اور بندوق دونوں پڑوسی تھے۔ ان کے درمیان اکثر کسی نہ کسی بات پر تکرار ہو جاتی، جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ قلم بندوق کو ہمیشہ بُرے کاموں سے منع کرتا۔ ایک مرتبہ قلم کو اہلِ علم کی محفل میں شرکت کے لیے ملک سے باہر جانا پڑ گیا۔ وہاں اس کا قیام خاصا طویل ہو گیا۔ جب وہ واپس لوٹا تو ملک کا عجیب حال تھا۔ ہر طرف افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ کیا بچے کیا بڑے بوڑھے سب بندوق اور اس کے بُرے دوستوں (بم، خنجر، پستول وغیرہ) کی شیطانیوں سے خوف زدہ تھے۔ ان کے پھیلائے ہوئے خوف وہراس سے سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں قید ہو کر رہ گئے تھے۔ جہاں دیکھو اور سنو گولیاں چلنے اور بم دھماکوں کی خبروں سے کہرام مچا ہوا تھا۔ قلم کو اپنے وطنِ عزیز کی اس حالت پر بے حد دکھ ہوا اور اس نے بندوق کو للکار کر کہا:

ٹھہر اے بُزدل! تجھے کچھ خُدا کا خوف نہیں، جو تو اِس طرح انسانیت کا قتلِ عام کر رہی ہے؟ جوان، بوڑھے اور عورتیں حتیٰ کہ اب تو معصوم بچوں کے سکول بھی تیری شیطانیت سے محفوظ نہیں۔

اری ظالم دیکھتے ہی دیکھتے تُو نے ہمارے ہرے بھرے آشیانے کو ویران کر دیا ہے۔

بندوق نے کہا: واہ رے قلم! کیسا خوف اور کیسی شیطانیت؟ کبھی تم لوگوں نے اپنے طرزِ عمل پر نگاہ ڈالی ہے؟ کبھی سوچا ہے ان مسائل کی اصل وجہ کیا ہے؟

قلم بولا: اری او شیطان! کیا کہنا چاہتی ہو؟ ان بے گناہ لوگوں کے خون کا الزام تم ہم پر کیسے لگا سکتی ہو؟

بندوق نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا؟

ے خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

قلم نے گرج کر کہا: اس بات کی وضاحت کرو۔ اپنے گناہوں پر پردہ نہ ڈالو میں تو پہلے ہی تیری اور تیرے دوستوں کی شیطانیت سے عاجز تھا۔

بندوق نے کہا اوہو اچھا! ے کہاں تک سنو گے کیا کیا سُناؤں؟

تم اور تمھارے لوگوں کے اتنے مسائل ہیں کہ ڈھیر لگا ہوا ہے، میں نے صرف اِن مسائل کا فائدہ
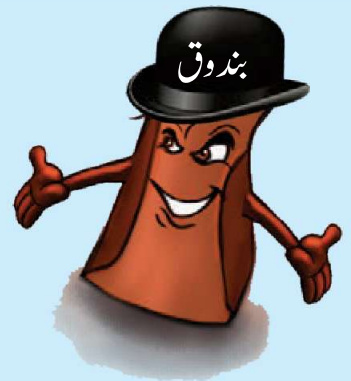
اٹھایا ہے اور چنگاری لگا کر ہوا دی ہے ۔

قلم نے ناراض ہوتے ہوئے کہا: صاف صاف بتاؤ اور کھل کر بات کرو۔ تم نے کن مسائل کا فائدہ اٹھایا ہے؟ اور تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تم نے صرف چنگاری کو ہوا دی ہے ؟

بندوق نے طنزاً کہا: واہ رے تیری معصومیت! اتنے نادان نہ بنو۔ کیا تم نہیں جانتے یہاں ہر کوئی ایک دوسرے کو خونخوار نظروں سے گھور رہا ہے؟ مثلاً غریب جاگیردار سے نالاں ہے تو جاگیردار غریب پر خار کھائے بیٹھا ہے۔ کہیں رنگ و نسل پر تُو تُو مَیں مَیں ہے تو کہیں تفرقہ بازی عروج پر ہے۔ ہر کوئی اپنے مقصد کے لیے مذہب میں اپنے اپنے راستے بنائے بیٹھا ہے۔ مذہب کی اصل حقیقت جو تمھارے اللہ اور رسولؐ نے بتائی ہے تم سب بھول گئے ہو؟ تم لوگ تو اپنے پڑھنے پڑھانے کی درخشاں روایت کو بھی نظر انداز کر بیٹھے ہو۔ غربت کا یہ عالم ہے کہ چند روپوں کے لیے مفاد پرست لوگ ہر طرح کی دہشت گردی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ بس میں نے اپنے دوستوں کے ساتھ انھی اختلافات کا فائدہ اٹھایا ہے۔ اب تم خود بتاؤ میں نے کیا غلط کیا؟

قلم بولا: کیا تم اور تمھارے دوست یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم اپنے مسائل حل نہیں کر رہے اور اس سلسلے میں کوئی کام نہیں کر رہے؟

بندوق نے کہا: تمھارے کام ہاہاہا! میں یہ بھی تمھیں بتائے دیتی ہوں۔ تمھارے مسائل اتنے ہیں کہ اگر تم سب مل کر بھی کوشش کرو تو ان مسائل کو حل کرتے کرتے برسوں سر نہ اٹھا سکو گے۔ مگر تمہارا یہ حال ہے کہ کام کرنے والے گنتی کے چند لوگ ہیں۔ زیادہ تر لوگ طنز و تنقید بھرے دُھواں دار جملے بولتے ہیں اور پھر افسوس کے بعد بسکٹ چائے پی کر رفو چکر ہو جاتے ہیں۔ یوں وہ ہم جیسے لوگوں کا بَھلا کر جاتے ہیں۔

قلم بولا: بس کرو اے نادان! اب میں تمھاری دال زیادہ دیر گلنے نہیں دوں گا۔ تجھے اور تیرے شیطانی دوستوں کو اپنی پاک سرزمین سے نکال کر ہی دم لوں گا۔ اب دیکھ میں تجھے برباد کرنے کے لیے کیا کیا کرتا ہوں؟

قلم پریشانی سے اپنے کمرے میں ٹہلتے ہوئے سوچ میں گم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہوئے کہنے لگا:
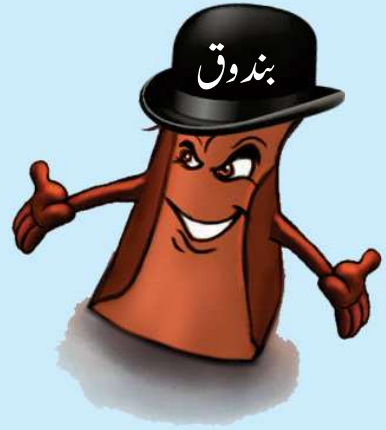
یا اللہ! میری مدد فرما! کہ میں کیسے اِس مصیبت سے اپنے وطنِ عزیز کو نجات دِلاؤں؟

اچانک اس کی نظر قریب پڑی کتاب کی اس تحریر پر پڑی: ؎ اٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے

جبکہ دوسری جگہ لکھا تھا: ؎ ہمتِ مرداں مددِ خدا

بس پھر کیا تھا کہ قلم نے پکا ارادہ کرلیا کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر اپنے وطنِ عزیز کے ہر کوچے، گاؤں، شہر اور کونے کونے میں جائے گا اور اِن مسائل کے حل کے لیے اپنی جان کی بازی تک لگادے گا اور کسی بھی طرح بندوق اور اُس کے شیطانی دوستوں کے ناپاک اِرادوں کو کامیاب نہ ہونے دے گا۔ وہ یہ ثابت کر دے گا کہ قلم کی طاقت بندوق اور اسکے دوستوں سے کہیں زیادہ ہے۔

یہ خواب سن کر عباس کے دوستوں نے عہد کیا کہ اس جنگ میں وہ بھی قلم کا ساتھ دیں گے اور اپنے وطن کو امن و آشتی کا گھوارہ بنائیں گے۔

ایک قوم بن کر ابھرنا
دہشت گردی کی حوصلہ شکنی
ہر طرح کے اچھے مثبت رویوں کو پروان چڑھانا
غربت کا خاتمہ
دہشت گردوں سے آہنی ہاتھوں سے نمٹنا
اسلام...
امن و آشتی کا مذہب
دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑنا اولین ترجیح
مذہبی آزادی اور رواداری
دہشت گردی کا پروپیگنڈا کرنے والوں کو بے نقاب کرنا
دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے بین الاقوامی کانفرنسوں کا انعقاد
اسلام میں دہشت گردی کی کوئی گنجائش نہیں
دہشت گردی سے نمٹنے والے اداروں کی ہر ممکن مدد کرنا
دوسروں کی رائے کا احترام کریں
قلم ہنستے ہوئے
علم کی فتح
ہائے ہم مر گئے
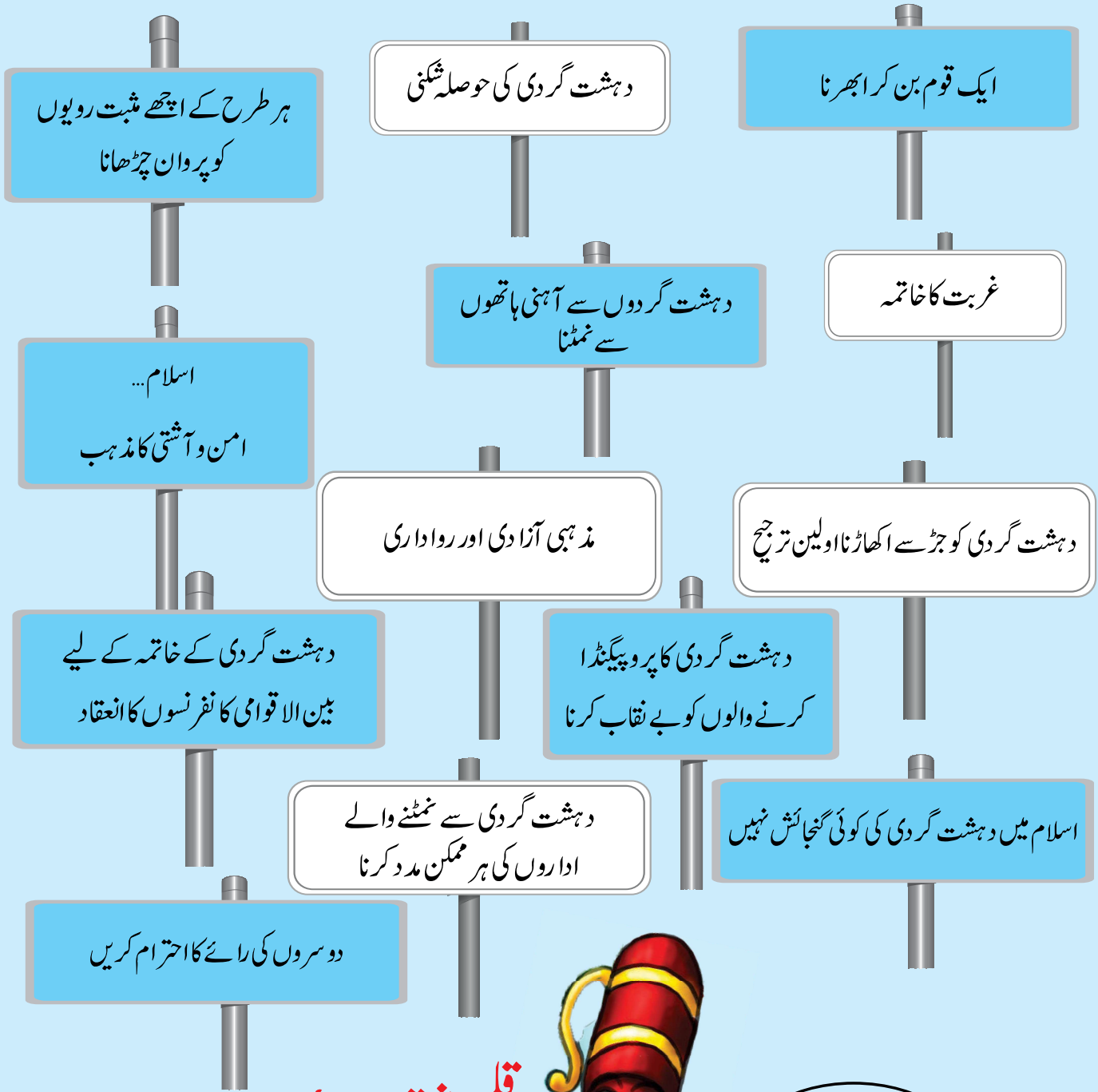
بہادر بچے (گیت)

پاکستانی بچے ہیں ہم ، امن سے اتنا پیار ہمیں
اپنےاندر کے دشمن سے لڑنا ہے اس بار ہمیں

دریا میں طغیانی ہے ، منجدھار میں کشتی ٹھہری ہے
لیکن ہم نے سوچ لیا ہے، جانا ہے اُس پار ہمیں

کلیاں دل کی کِھل جائیں گی، بادِصبا اِٹھلائے گی
فصلِ بہار ہے آنے والی ، دِکھتے ہیں آثار ہمیں

صحنِ چمن کی مٹی کو ہم اپنے خون سے سینچیں گے
اس کا اِک اِک صحرا آخر کرنا ہے گلزار ہمیں

ہم آنکھوں میں سپنے لے کر آگے بڑھتے جائیں گے
موت سے ہم کو ڈر نہیں لگتا، جینے سے ہے پیار ہمیں

منزل پر پہنچیں گے اِک دن ، وہیں قیام کریں گے
روک نہیں سکتی ہے ناؔصر کوئی بھی دیوار ہمیں

ناؔصر بشیر

قومی ترانہ

پاک سَرزمین شاد باد کِشورِ حسین شاد باد

تُو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان

مرکزِ یقین شاد باد

پاک سَرزمین کا نِظام قُوّتِ اُخوّتِ عوام

قوم مُلک سلطنت پائندہ تابندہ باد

شاد باد منزلِ مُراد

پَرچمِ ستارہ و ہِلال رہبرِ ترقّی و کمال

ترجمانِ ماضی، شانِ حال جانِ اِستِقبال

سایۂ خدائے ذُوالجلال